اندر سبھا کی ریڈیائی تشکیل

ڈاکٹر محمد سلیم ملک☆

Abstract

Indar Sabha, a lyrical comedy by Amanat Lakhnavi was adopted by Syed Imtiaz Ali Taj in which full text of drama was abridged into one third. Lahore Radio broadcasted it in 1940 in which Taj played the role of Ravi. Eminent singers and musicians of the day participated in it. In the play, Sabzpari kidnaps a Prince Gulfam and forces him to marry her in Paristan but Raja Indar exiles her and imprisons the Prince. Raja releases the Prince later, as a gesture of appreciation for the song, sung by Sabzpari, in disguise. This lyrical feature depicts both the Taj's skill of reducing text and style of expression in Ravi's dialogues.

لاہور میں آل انڈیا ریڈیو کی نشریات کا آغاز ۱۶ر دسمبر ۱۹۳۷ء کو ہوا (۱) جس کے آغاز سے سید امتیاز علی تاج (۱۹۰۰–۱۹۷۰) ڈرامے، فیچر اور تقریریں لکھنے لگے۔ اُسی زمانے میں ریڈیو کے عمائدین نے تاج سے فرمائش کی کہ اُردو کے معروف ڈرامے ''اِندر سبھا'' کی ریڈیائی تشکیل کریں جسے امانت لکھنوی نے ۱۲۶۸ ہجری میں لکھا تھا (۲)۔ تاج نے اُس میں سے مناسب شعر

☆پروفیسر اردو، کلیہ شرقیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

چن چن کر غنائیہ تیار کیا جو ۲۳؍ مارچ ۱۹۴۰ء کو نشر ہوا (۳)۔ یہ دن ہماری قومی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے کہ اُس روز لاہور کے منٹو پارک میں مسلم لیگ کا عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں منظور کی جانے والی قرار داد نے آگے چل کر ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا، مگر عین اُسی شام آل انڈیا ریڈیو دیووں، پریوں کی فرضی داستان سُنا رہا تھا۔ ادارے غیر ملکی سامراج کے قبضے میں ہوں تو اُن کا رویہ ایسا ہی ہوتا ہے اور زندگی کے حقیقی مسائل سے عوام کی توجہ ہٹائی جاتی ہے۔

تاج کی یہ ریڈیائی تشکیل ۲۳؍ مارچ ۱۹۴۰ء کی شام کو ریڈیو لاہور سے پہلی بار نشر ہوئی جس کا دورانیہ ۵۷ منٹ تھا اور اِسے تین بار نشر کرنے کا معاوضہ تاج کو نوے روپے ادا کیا گیا (۴)۔ یہ نوے روپے اُس زمانے میں گراں قدر رقم تھی جو سونے کے ایک تولے کی قیمت کے برابر جا پڑتی ہوگی۔ اُس نشریے کے ستر سال بعد سونے کے ایک تولے کا بھاؤ آج کے اخبار میں ۳۷۵۰۰ روپے بتایا گیا ہے (۵)۔

اِس غنایے میں تاج نے راوی کا کردار ادا کیا اور دوسرے کردار ایسے لوگوں نے ادا کیے جو موسیقی کے شعبے سے وابستہ تھے اور بعد میں سُر سنگیت کے آسمان پر چاند سورج بن کر چمکے جیسے ہیروئین یعنی سبز پری کا کردار ملکہ پکھراج نے ادا کیا۔ نیلم پری کا کردار شمشاد بیگم نے اور پکھراج پری کا اُمراؤ ضیا بیگم نے ادا کیا۔ ہیرو یعنی شہزادہ گلفام کا کردار فیروز نظامی نے اور راجا اندر کا ایس۔ ڈی۔ اے۔ نظامی نے ادا کیا۔ طفیل احمد نے کالا دیو کا پارٹ کیا اور اوم پرکاش نے، جو بعد میں فلموں میں اداکاری کرتے رہے، لال دیو کے طور پر صدا کاری کی۔ اِس غنایے کی موسیقی کی دُھنوں کے لیے فیروز نظامی نے ووکل میوزک دیا، جب کہ اُستاد جھنڈے خان بمبئی والے نے آرکسٹرا ترتیب دیا۔ (۶)

اندر سبھا کی یہ ریڈیائی تشکیل ریڈیو لاہور سے ۷؍ فروری ۱۹۴۲ء کو دوسری بار نشر ہوئی

جس کی اِطلاع ہمیں ۲۱ صفحے کے اُس کتابچے سے ملتی ہے جو تاج کے کاغذات سے دست یاب ہوا ہے اور جسے میاں امام الدین پرنٹر نے وطن بلڈنگ لاہور میں واقع برانچ کو اپریٹو کیپیٹل پرنٹنگ پریس سے چھاپا تھا۔ اُس کتابچے کے سرِ ورق کی عبارت یہ ہے:

''اندر سبھا: جسے امانت کی مشہور تصنیف سے سید امتیاز علی تاج نے لاہور ریڈیو کے لیے نئے رنگ میں لکھا۔ تاریخ نشر: ۷؍فروری ۱۹۴۲ء''

اس کتابچے کے دوسرے صفحے پر اُن افراد کے نام درج کیے گئے ہیں، جنھوں نے اِس غنایے کی پیش کش میں حصہ لیا۔ اِس کے مطابق اناؤنسر کے فرائض سید امتیاز علی تاج نے ادا کیے۔ ہیروئین یعنی سبز پری کا کردار اختری بائی فیض آبادی نے انجام دیا۔ پکھراج پری کا پارٹ اپنے نام کی مناسبت سے ملکہ پکھراج کو دیا گیا۔ جب کہ لال پری زہرہ خاتون اور نیلم پری ہیرا بائی بنیں۔ ڈرامے کے ہیرو یعنی شہ زادہ گل فام کا پارٹ عطا محمد نے انجام دیا اور راجا اندر کا پارٹ اُستاد غلام علی خان نے ادا کیا۔ مبارک علی خان کالا دیو اور سراج نظامی لال دیو بنے۔ سنگت اپر وائس آرکسٹرا امیر علی کی رہ نمائی میں ہوا۔ موسیقی اُستاد جھنڈے خان نے ترتیب دی اور مجموعی طور پر پورے غنایے کی تدوین و تشکیل کے فرائض محمود نظامی اور تاج الدین نے مل کر انجام دیے (۷)

اندر سبھا کا ایک ریڈیائی سکرپٹ اور بھی دست یاب ہے جو ریڈیو پاکستان لاہور کے سکرپٹ سیکشن میں پڑا تھا۔ یہ بھورے رنگ کے ۱۲ رجسٹر سائز صفحات پر سائیکلو سٹائل کیا گیا ہے جسے وزیر قریشی نامی کسی نقل نویس نے تیار کیا اور ریڈیو کے کسی اہل کار نے آخر میں انگریزی لفظوں میں لکھا کہ ان بارہ کاغذات (Stenclics) کی پچیس کاپیاں پروگرام پروڈیوسر ڈراما (PPD) کو درکار ہیں۔ نیچے دست خط کر کے ۱۹؍فروری ۱۹۵۴ء کی تاریخ ثبت کی (۸)۔ جس سے قیاس ہوتا ہے کہ اِس ڈرامے کی اِس قدر کاپیاں تیار کرنے کی ضرورت اِس لیے پیش آئی ہوگی

کہ انھیں صدا کاروں میں بانٹ کر ڈرامے کی ریہرسل کرائی جا سکے تا کہ اسے ایک بار پھر ریڈیو سے نشر کیا جا سکے۔ گویا اندر سبھا کی ریڈیائی تشکیل اُسی سال فروری کے اواخر میں کسی روز ریڈیو پاکستان لاہور سے تیسری بار نشر کی گئی۔

ریڈیو پاکستان لاہور کی ایک اور دستاویز ڈراما کیٹلاگ رجسٹر میں درج ہے کہ یہ ڈراما ۸ فروری ۱۹۶۴ء کو ایک بار پھر نشر کیا گیا (۹)۔ خیال ہے کہ اس کے پہلے اور دوسرے نشریے میں راوی کا کردار جس طرح تاج نے ادا کیا تھا۔ اُسی طرح تیسرے اور چوتھے نشریے میں بھی راوی کا پارٹ تاج نے کیا ہوگا۔

اندر سبھا کی سرسری کہانی اس طرح ہے کہ سنگل دیپ کے راجا اندر کے سامنے پکھراج پری، نیلم پری اور لال پری باری باری اپنا ناچ مجرا دکھاتی ہیں، مگر سبز پری ناچنے لگتی ہے تو راجا کو اونگھ آ جاتی ہے۔ اِس پر وہ مجرا چھوڑ باغ میں جاتی اور کالے دیو سے اُس شہزادے کو اُٹھا لانے کی فرمایش کرتی ہے جسے اختر نگر میں سوتے دیکھا تھا۔ کالا دیو، شہزادہ گل فام کو چھپر کھٹ سمیت اُٹھا لاتا ہے۔ ہند کا یہ شہزادہ پری کی محبت پر نہیں پسیجتا، مگر پھر اس شرط پر راضی ہو جاتا ہے کہ اُسے اندر کی سبھا دکھا دی جائے۔ پری اُسے درختوں میں چھپا کر سبھا میں ناچنے لگتی ہے۔ اِدھر لال دیو، شہزادے کو دیکھ کر راجا کو بتا دیتا ہے جس پر گل فام کنویں میں قید کر دیا جاتا ہے اور پری کے پر نوچ کر اُسے جلا وطن کر دیا جاتا ہے۔ پری محبوب کی یاد میں گاتی پھرتی ہے اور جوگن بن کر پرستان میں آتی ہے تو راجا اِندر اُس کے ناچ گانے سے مسحور ہو کر منہ مانگا انعام دیتا ہے جس پر سبز پری شہزادہ گل فام کو قید سے چھڑا لیتی ہے۔

ایک گھنٹے کے اس غنایے کو تیار کرتے وقت تاج نے اندر سبھا میں سے بہت سے شعر چُن لیے۔ اس کے لیے تاج کے غنایے کے شعر راقم نے شمار کیے تو ۱۷۴ نکلے۔ اب امانت لکھنوی

کی اندر سبھا کے شعر ممتاز منگلوری کی مرتب کی ہوئی کتاب میں شمار کیے تو کم و بیش ۵۸۵ گنتی میں آئے، یعنی قریباً چھے سو شعروں میں سے تاج نے پونے دو سو شعر منتخب کیے یا یوں کہیے کہ ڈرامے کے متن کا ایک تہائی حصہ غنایے میں لے لیا۔ ان میں سے تاج نے ایسے شعر چھوڑ دیے جو واقعات سے گریز کرتے تھے یا غزل کے شعروں کی طرح انفرادی تاثر رکھتے تھے یا کسی صورت حال کے عمومی تاثر میں مدد نہیں دیتے تھے یا شاعر کی محض قدرت کلام کو ظاہر کرتے تھے یا صرف ردیف و قافیہ کی ضرورتیں پورے کرتے تھے۔ بلکہ ایسے شعر غنایے میں شامل کیے جو واقعات کو ظاہر کرتے، انھیں آگے بڑھاتے اور اُن میں تسلسل پیدا کرتے ہیں۔ یہ شعر مختلف کرداروں کے ذریعے سے ادا ہوئے ہیں اور نرمی اور ہم واری سے کہانی کی کڑیاں ایک دوسرے سے ملاتے ہیں۔ غنایے میں ہر کردار مکالمہ ادا کرتے ہوئے کئی کئی شعر پڑھتا ہے، مگر آخر میں جب سبز پری جوگن بن کر ناچتی ہے اور راجا اندر رقص و نغمے سے سرشار ہو کر اُس کی فرمایش پر شہ زادہ گل فام کو رہا کرتا ہے اور جوگن اور شہ زادے کی بہت عرصے بعد ملاقات ہوتی ہے تو ان کے مکالموں کی رفتار تیز ہو جاتی ہے اور گفت گو شعر در شعر آگے بڑھتی ہے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ مکالموں کے یہ شعر ایک ہی بحر میں ہیں بلکہ ایک ہی غزل کے شعر ہیں۔ ان میں سے چند شعری مکالمے ملاحظہ ہوں:

جوگن قہر تھا ہجر، قیامت تھی جُدائی تیری
مرے خالق نے مجھے شکل دکھائی تیری

گل فام خاک ہے منہ پہ ملی، بال ہیں سر کے کھلے
ہائے اِس عشق نے کیا شکل بنائی تیری

جوگن مجھ پہ ہونا تھا جو کچھ ہو گیا اُس کا نہیں غم
ہوگئی قید مصیبت سے رہائی تیری

گل فام مرضِ عشق نے سارا تیرا جوبن لوٹا
آدھی صورت بہ خدا میں نے نہ پائی تیری
جوگن مجھ کو ایذا ہوئی پاپوش کے صدقے سے ہوئی
جان اللہ نے گل فام بچائی تیری(۱۰)

اِندر سبھا کی پوری کہانی ریڈیو کے سامعین کو ایک گھنٹے میں سنا دینا مقصود تھی' اس لیے ریڈیائی فیچر میں شعر کم کر دیے گئے جس سے کہانی کی جزئیات متاثر ہوئیں اور دوسری تفصیل بھی نظروں سے اوجھل ہونے لگی تو ضروری ہو گیا کہ غنایے کے بیچ بیچ میں کوئی آ کر ان کڑیوں کی صراحت کرے جو شعری انتخاب کی وجہ سے حذف ہو گئیں' اس کے لیے تاج نے ایک کردار اور متعارف کرایا جسے راوی کا نام دیا۔ اِس کے لیے نثر میں مکالمے لکھے اور اُس کا پارٹ بھی خود کیا۔ یہ مکالمے مقفیٰ اور مسجع انداز میں لکھے گئے' جن میں عربی و فارسی کے الفاظ خوب صورت ترکیبوں میں پرو کر جاذبِ نظر بنا دیے' مگر مشکل لفظوں اور لمبی لمبی ترکیبوں کے باوجود یہ مکالمے اونچی آواز میں پڑھیں تو ادائگی اور روانی میں رخنہ نہیں پڑتا اور ایسا لگتا ہے جیسے ہم رجب علی بیگ سرور کی معروف داستان فسانہ عجائب کا کوئی حصہ پڑھ رہے ہیں۔

پورے غنایے میں مختلف مقامات پر اس طرح کے سات نثری مکالمے دکھائی دیتے ہیں جو تاج کے تراوشِ قلم کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں اور اُن کے ادبی اسلوب کی ایک خاص جہت کو ظاہر کرتے ہیں' اس لیے خوش مذاق قارئین کے ذوقِ مطالعہ کی خاطر انھیں یہاں من وعن درج کیا جاتا ہے۔یادش بہ خیر۔ اِن میں سے آخری دو مکالمے سبز پری کی زبان سے ادا ہوئے ہیں جو اُس وقت جوگن کے بھیس میں پرستان میں واپس آ چکی تھی۔ مکالمے ملاحظہ ہوں:

''راوی: سنگل دیپ: وہ زمینِ خجستہ آئین کہ خورشید وہاں کے دروازوں سے ضیا پاتا ہے اور بدر

کامل وہاں غیرت سے کاہیدہ ہو کر ہلال نظر آتا ہے۔ سبز پری کا باغ، گویا شبِ دیجور میں چراغ۔ تختہ بندی کی بہار۔ سرو و شمشاد قطار در قطار۔ روشیں بلور کی۔ نہریں نور کی۔ روش کی پٹڑیاں قرینے کی۔ مہندی کی ٹٹیوں میں رنگت مئے کی۔ گلِ مہندی سرخ و زرد پر افشاں۔ عباسی کے پھولوں سے قدرتِ حق نمایاں۔ نرگس، دیدۂ منتظر کی شکل دکھاتی ہے۔ گلِ شبو سے بھینی بو باس آتی۔ فواروں کے خزانے میں بادلہ کٹا ہوا۔ ہزارے کا فوارہ چڑھا ہوا۔ آسمان صاف۔ شبِ ماہ۔ برسات کی چاندنی، سبحان اللہ!

سبز پری: پوشاک زرتار ہری۔ زمرد کے زیور۔ تاجِ مرصع کج سر پر۔ بارہ دری میں کالے دیو کے ساتھ۔ سینے پر ہاتھ۔ لب پر آہ۔ نیچی نگاہ۔ رنگِ رو طائرِ پریدہ۔ صبر وضبط دامن کشیدہ۔ پیشانی پر عرقِ انفعال۔ سامنے کالا دیو ہمہ تن سوال۔ دل کی بات زبان تک نہیں آتی ہے، لیکن بے تابی کے ہاتھوں آخر مجبور ہو جاتی ہے۔(۱۱)

''راوی: کالا دیو، دھوئیں کی مانند زمین سے اُٹھا اور تیر کی طرح چمن پر سے گزر گیا۔ شہر اور صحرا، پہاڑ اور دریا، اُس کے قدموں تلے آتے ہیں اور پلک جھپکنے سے پہلے گزر جاتے ہیں۔ نگاہ، اُس کی رفتار کو دیکھنے سے معذور ہے اور خیال، اُس کی پرواز کا ساتھ دینے سے مجبور ہے۔

اختر نگر کے کنگروں اور برجوں پر سے ایک سایہ گزرا۔ کالا دیو، کالے بادل کی طرح، آسمان سے زمین پر اُترا۔ دیکھا کہ لال محل کی چھت پر سبز پری کے زمردیں چھلّے کی آب ہے۔ چھپر کھٹ میں ایک ماہِ شب افروز، محوِ خواب ہے۔ چھپر کھٹ اُٹھا کر ہتھیلی پر رکھ لیا اور رُخ سنگل دیپ کا کیا۔ سبز پری، غمِ مفارقت سے بے حال۔ جینا وبال۔ طبیعت پریشان۔ ٹکٹکی جانبِ آسمان۔ گم سم سی کھڑی تھی کہ کالے دیو کی آواز کان میں پڑی۔(۱۲)

''راوی: اندر کی سبھا۔ نور و سرور کا تماشا۔ سپنوں کی دنیا۔ دیدۂ حیرت ششدر۔ ساعت غرقِ

بحرِ تحیر۔ کرنیں والہانہ ناچ رہی ہیں۔ نکہتیں بے خودانہ جھوم رہی ہیں۔ رقص وسرود کی رنگینیاں، کیف وسرور کا دامن چوم رہی ہیں۔حسن کا طوفان۔ صباحت کا طغیان۔ اُس کے درمیان۔ ہیروں کے جگ مگ جگ مگ کرتے تخت پر' راجا اِندر براجمان۔ ہما اپنے پر وہاں سے اِس صاحبِ اقبال کا مگس ران ہے۔رُخِ تابندہ کی چمک سے نیرِ اعظم لرزاں ہے۔

کہیں جام وسبو۔ کہیں نغمہ سرایان خوب رو وخوش گلو۔ جھل مل جھل مل کرتی پوشاکیں زیب بر۔ چکاچوند پیدا کرنے والے زیور۔ کہیں پریوں کا پرا۔ کہیں پری زادوں کا جم گھٹا۔ کہیں دیو دست بستہ ایستادہ۔ سارنگی کے سُر کی زوں ٹوں کی صدا چرخ پر زہرہ کے گوش زد ہوتی۔ طبلے کی تھاپ بائیں؟ کی گمک۔ خفتگانِ خاک کا صبر وقرار کھوتی ہے۔تانوں پر باربد اورمکیب؟ کے ہوش پراں۔ ناچ کی ٹھوکروں پر کتھک حیران۔(۱۳)

''راوی: نالہ نوازانِ بزمِ ماتم وتفتہ جگرانِ کلبہِ غم کا بیان ہے کہ راجا اِندر کے فرمان کی فی الفور تعمیل کی گئی۔گل فام کوئیں ☆ میں ڈالا گیا اور پرنوچ کر سبز پری پرستان سے نکال دی گئی۔ وصل میں کومزا ہے۔ہجر کا غم ولے جاں گزا ہے۔ چاہ کوئیں جھنکواتی ہے۔ یہ وہ بیماری ہے جو جان کے ساتھ جاتی ہے۔

سبز پری پرستان سے نکل کر گل فام کے عشق میں جوگن بنی۔ دستِ اِشتیاق اور جادۂ فراق کو بہ آہِ سرد وبہ دلِ پُر درد طے کرنے لگی۔ رنگِ رُوفق۔ دل میں قلق۔ سینہ فگار۔ پا آبلہ دار۔ وہ مسافر صحرائے اندوہ وحرماں۔ بے توشہ وزادِ راہ۔ بہ دلِ پُرسوز۔ کراہ کراہ کر بادیہ گردی کرتی۔ جیتی نہ مرتی۔ دلیس بدلیس کی خاک اُڑاتی۔ مدتِ مدید کے بعد' پھر پرستان میں آنکلی۔

منہ پر بھبھوت رمائے، کانوں میں مندرے لٹکائے۔ سر پر انڈوا۔ ہاتھ میں کاسہ۔ متوالی چال۔آنکھیں مئے عشق سے لال۔ جو دیکھتا، سمجھتا جوگن کھڑی ہے۔گمان تک نہ گزرتا کہ یہ اندر کی سبھا۔(۱۴)

”راوی: سُر ودِ سریانِ بزمِ موسیقی اور نغمہ پردازانِ محفلِ جن و پری، یوں زمزمہ سنج ہیں کہ اِندر کی سبھا میں راگ رنگ کا طوفان آ رہا تھا۔ جو تھا موسیقی کے تموج پر بہا جا رہا تھا۔ گانے والوں کے تان پلٹے، بلبلِ ہزار داستان پر طعن کرتے تھے۔ برق وشوں کا ناچ، مردہ دلوں کو گرما رہا تھا۔ گھنگھروں کا شور' قیامتیں جگا رہا تھا۔ باربد اور نکیسا؟ رشک سے دمِ سُر دبھرتے تھے۔(۱۵)

”جوگن: پان لے کے کیا کروں؟ کسی سبزہ رنگ کا دھیان ہے۔ہڈیاں چونا ہیں۔بدن دھان پان ہے۔عشق لہو پی پی کے رنگ لایا ہے۔فراق نے قتل کا بیڑا اُٹھایا ہے۔گلوری لیے مجھے کیا تکتا ہے؟ فقیروں کا منہ کون کیل سکتا ہے۔(۱۶)

”جوگن: رومال اُنھیں دیجے جو تنگ دست ہیں۔فقیر اپنی کملی میں مست ہیں۔عشق کی گرمی نے مارا ہے۔پشمینے سے کنارا ہے۔راجا کے دَور میں پلے سے آئی ہوں۔ جو مانگوں سو پاؤں۔“(۱۷)

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ ریڈیو پاکستان لاہور کی موجودہ عمارت کے کمیٹی روم میں ایک فریم آویزاں ہے جس میں یہ تاریخ لکھی ہوئی ہے۔

۲۔ امانت لکھنوی' اندر سبھا' مرتبہ ممتاز منگلوری' لاہور: مکتبہ خیابان ادب ۳۹ چیمبر لین روڈ' جون ۱۹۶۶ء ص ۷۰

۳۔ سید امتیاز علی تاج' اندر سبھا' مسودہ از قلم تاج' مشتمل بر صفحات چھے' ناقص الاختتام' سکرپٹ نمبر ۵۴۳' مملوکہ ریڈیو پاکستان لاہور' عکس مملوکہ راقم۔ اِس مسودے کے شروع میں ایک کاغذ لگا کر اُس پر محمود نظامی نے انگریزی میں معلومات درج کی ہیں اور یہ ہدایت بھی دی ہے کہ

اصل مسودے کو نو کاپیوں کے ساتھ محفوظ کرلیا جائے‘ یعنی اُس زمانے میں کسی دستاویز کی دس کاپیاں محفوظ کرنے کے ضابطے کی پابندی سختی سے کی جاتی تھی۔ یہ محمود نظامی وہی ہیں جنھوں نے اعلیٰ درجے کا سفرنامہ ’نظرنامہ‘ کے نام سے لکھا ہے۔

۴۔ ایضاً ص ۱

۵۔ ایکسپریس لاہور‘ اردو روزنامہ‘ ۲۵ مئی ۲۰۱۰ء صفحہ بزنس‘ ص ۱۴

۶۔ سید امتیاز علی تاج‘ اندرسبھا‘ محولہ بالا ۳‘ ص ۱

۷۔ سید امتیاز علی تاج‘ اندرسبھا‘ کتابچہ مشتمل بر صفحات ۲۱‘ مطبوعہ لاہور: میاں امام الدین پرنٹرز برانچ کوآپریٹو کیپٹل پرنٹنگ پریس وطن بلڈنگ‘ ۱۹۴۲ء مملوکہ راقم الحروف ص ۱‘ ۲

۸۔ سید امتیاز علی تاج‘ اندرسبھا‘ سائیکلو سٹائل مسودہ‘ مشتمل بر صفحات ۱۲‘ مملوکہ ریڈیو پاکستان لاہور‘ عکس مملوکہ راقم۔

۹۔ ڈراما کیٹلاگ رجسٹر‘ ریڈیو پاکستان لاہور‘ ص ۹۵‘ نمبر شمار سکرپٹ نمبر ۲۵۷

۱۰۔ سید امتیاز علی تاج‘ اندرسبھا‘ محولہ بالا ۸‘ ص ۱۲

۱۱۔ ایضاً ص ۱

۱۲ ایضاً ص ۲

۱۳۔ ایضاً ص ۴

۱۴۔ ایضاً ص ۸

۱۵۔ ایضاً ص ۹

۱۶۔ ایضاً ص ۱۱

۱۷۔ ایضاً ص ۱۱

✿ ✿ ✿